گلزار
بوسکی کا پنچ تنتر
ایک چورن سمپورن
پہلا حصہ
قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی
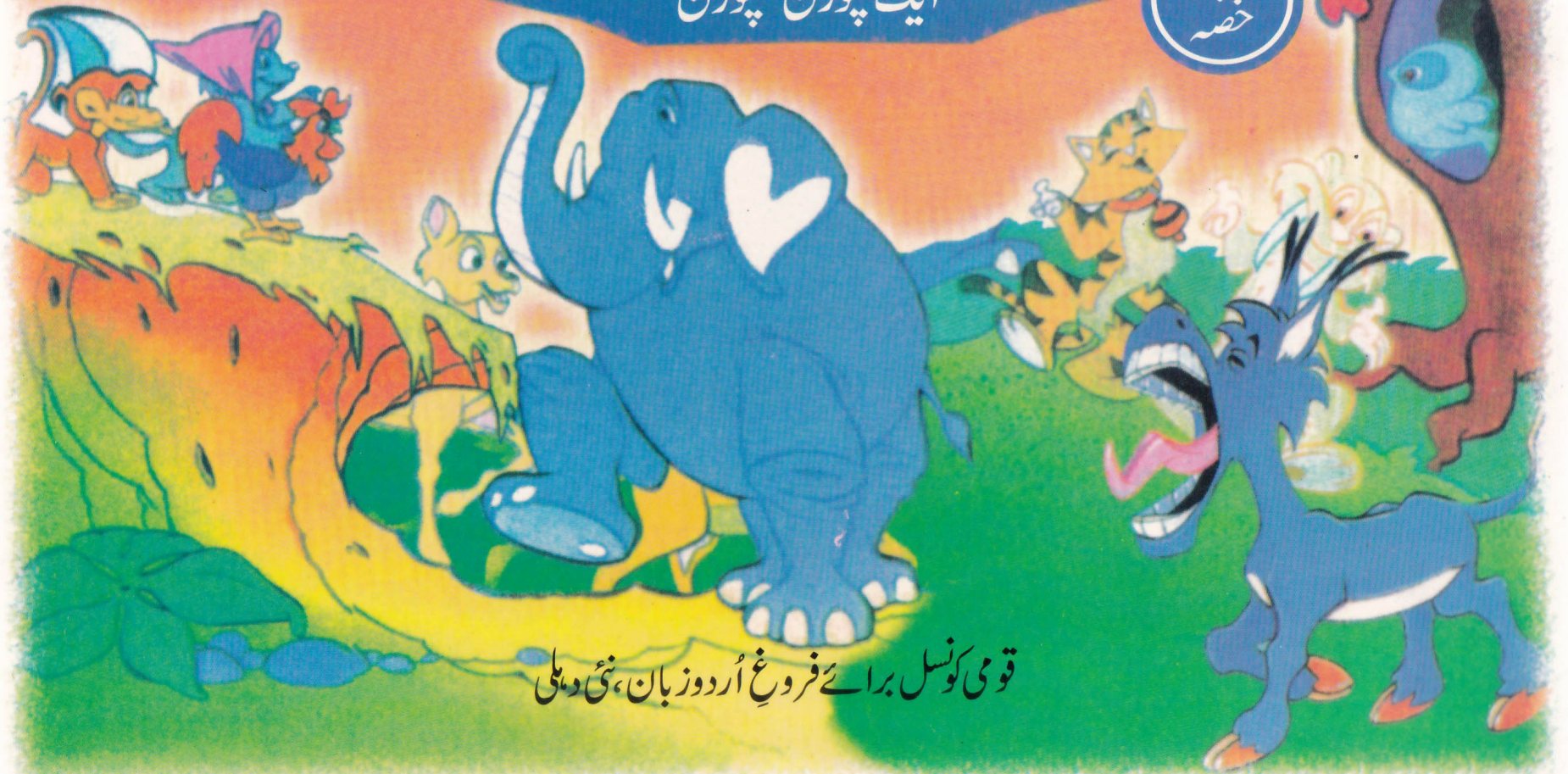
بوسکی کا پنچ تنتر

پانچ کتابوں میں، نیتی کے پانچ حسابوں میں
جو پنچ تنتر شروع ہوا
اُسے بچوں کے پیارے فلم کار، شاعر گلزار نے
بوسکی کو سنایا
دنیا بھر کے بچوں کے لیے سنایا
تم بھی سنو
اپنی پسند کے سُر چُنو
خوب سارے رنگوں میں کِھلو ......اور کِھلو !

بوسکی کا پنچ تنتر
پہلا
حصہ
گلزار
I-1

Boski Ka Panchtantra (Part - 1)
By : Gulzar

سنہ اشاعت : 2003
پہلا اردو اڈیشن : 2000
قیمت : -/30
سلسلۂ مطبوعات : 1137
پیشکش اور خیال : یشونت ویاس
مصوری : یو۔ بی۔ سی۔ فیچرس ورلڈ، حیدر آباد

ISBN-81-7587-030-3 (Set)
ISBN-81-7587-031-1

ناشر : ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،
ویسٹ بلاک۔ I، آر۔ کے۔ پورم، نئی دہلی۔ 110066
طابع : رادھا کرشن پرکاش پرائیویٹ لمیٹڈ،
7/23، انصاری مارگ، دریا گنج، نئی دہلی 110002

پہلا حصّہ

ابتدا۔

ایک دفعہ اِک راجا تھا
راجا کے تھے لڑکے تین
تینوں ایک نِکمے تھے
اور تینوں جُڑواں جنمے تھے
بُدھوایک سے ایک تھا بڑھ کے
جامن ڈُھونڈے آم پہ چڑھ کے
آم مِلے تو توبہ ہائے
گُودا پھینکے گُٹھلی کھائے

اور بیچارہ راجا تھا نا
ماتھا پیٹ کے رہ جاتا تھا
سوچتا تھا، بس، اُس کے بعد
راج پاٹ ہوگا برباد۔

ایک دن اِک پنڈت آیا
وِشنو شرما نام بتایا
بولا وہ، "اے شکتی مہاراج،
برہمن ہوں پر کام نہ کاج،
کیا کوئی سیوا کرسکتا ہوُں؟"

راجا بولا، 'بھِکشا' لے لو۔'
برہمن بولا، 'سِکھشا' لے لو۔'
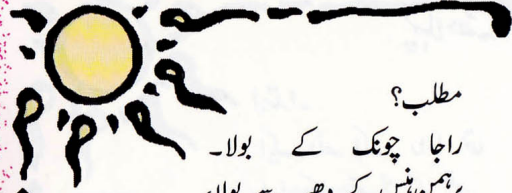
مطلب؟
راجا چونک کے بولا۔
برہمن ہنس کے دِھیر سے بولا،
"مفت نہیں کُچھ لیتا میں
پُونجی میرے پاس بہت ہے
پر وہ پُونجی کھا نہیں سکتا
سب کی سیوا کرسکتا ہُوں
اپنی سیوا پا نہیں سکتا۔
میرے پاس اِک چُورن ہے
جتنا ہے سمپُورن ہے
بانٹتے جاؤ تو بڑھتا ہے
پڑے پڑے وہ گھٹتا ہے!

راجا نے حیرت سے دیکھا
برہمن کُچھ عجیب ہے یہ
کہتا ہے دھنوان ہوُں میں
لگتا بڑا غریب ہے یہ
سوچ کے راجا نے پھر پُوچھا:

"بولو برہمن ، کیا چاہتے ہو ؟
ہم سے کُچھ لینا ہے تُم کو
یا ہم کو دینا چاہتے ہو ؟"
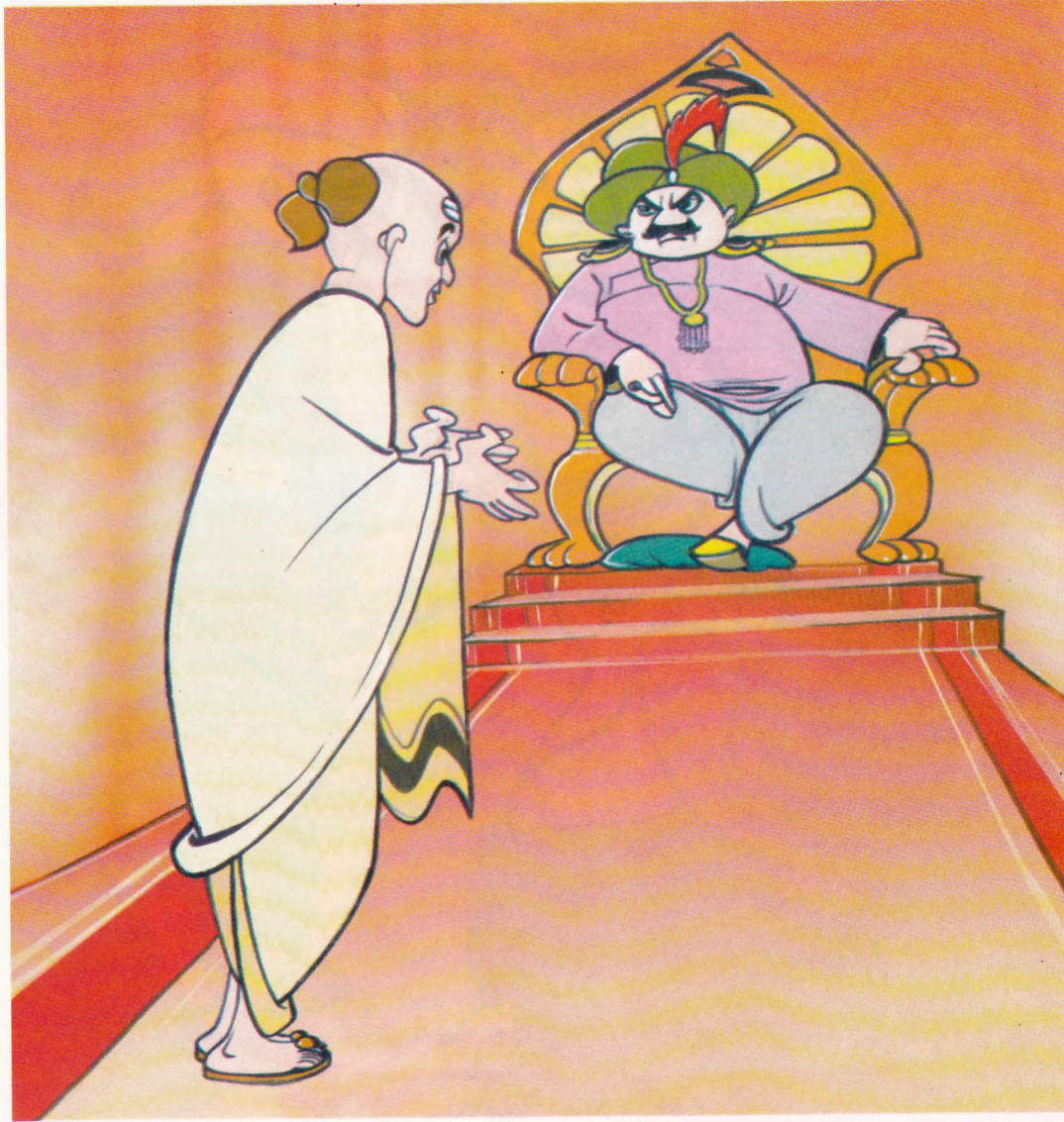
برہمن بولا :

کل جنگل میں
ایک عجب گھٹنا دیکھی تھی
گھوڑوں پہ چڑھ کے تین جوان
تالاب کِنارے آئے تھے
کپڑے تو اُتارے تینوں نے
اور تینوں خُوب نہائے تھے
پانی میں نہیں اُترا کوئی

پرچھائیں کا تن ہی ملتے رہے
اور آگ جلا کے دُور ذرا
ٹھنڈے پانی سے ڈرتے رہے۔
پھر تینوں بولے آپس میں
اب کیسے پونچھیں گیلے بدن؟

اِک بولا ...... " پتّوں سے پونچھیں؟"
اِک بولا ...."چل مٹّی مل لیں؟"
تیسرا بولا ...." دُھوپ میں بیٹھو
دُھوپ میں کپڑے سُوکھتے ہیں نا!"

اور گیلے جسم سُکھانے کو
تینوں جا دُھوپ میں لیٹے تھے
وہ تینوں آپ کے بیٹے تھے!
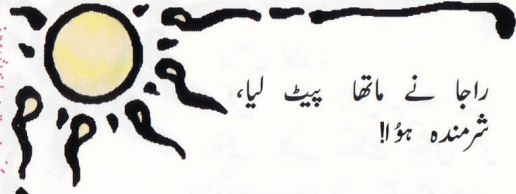
راجا نے ماتھا پیٹ لیا،
شرمندہ ہُوا!

برہمن بولا :
"مُجھے آپ کے پُتروں کی چِنتا نہیں
کل کے راجا کی چِنتا ہے۔!"

راجا نے اُٹھ کے پاؤں پکڑے
اور برہمن سے اِتنا ہی کہا :
"وِدیا کا پُورن چَکھ لینگے
تو وہ بھی امر ہو جائینگے
انھیں اپنی شرن میں لو مہاراج
وہ 'راج کنور' ہو جائینگے۔"

تِینوں شہزادوں کو لے کر
برہمن جنگل میں لوٹ آیا۔

ہر روز کہانی کہتا تھا
اور بات نئی سمجھاتا تھا۔

کُچھ ایسے پانچ کِتابوں میں
نیتی کے پانچ حِسابوں میں

ایک پنچ تنتر آغاز ہُوا :
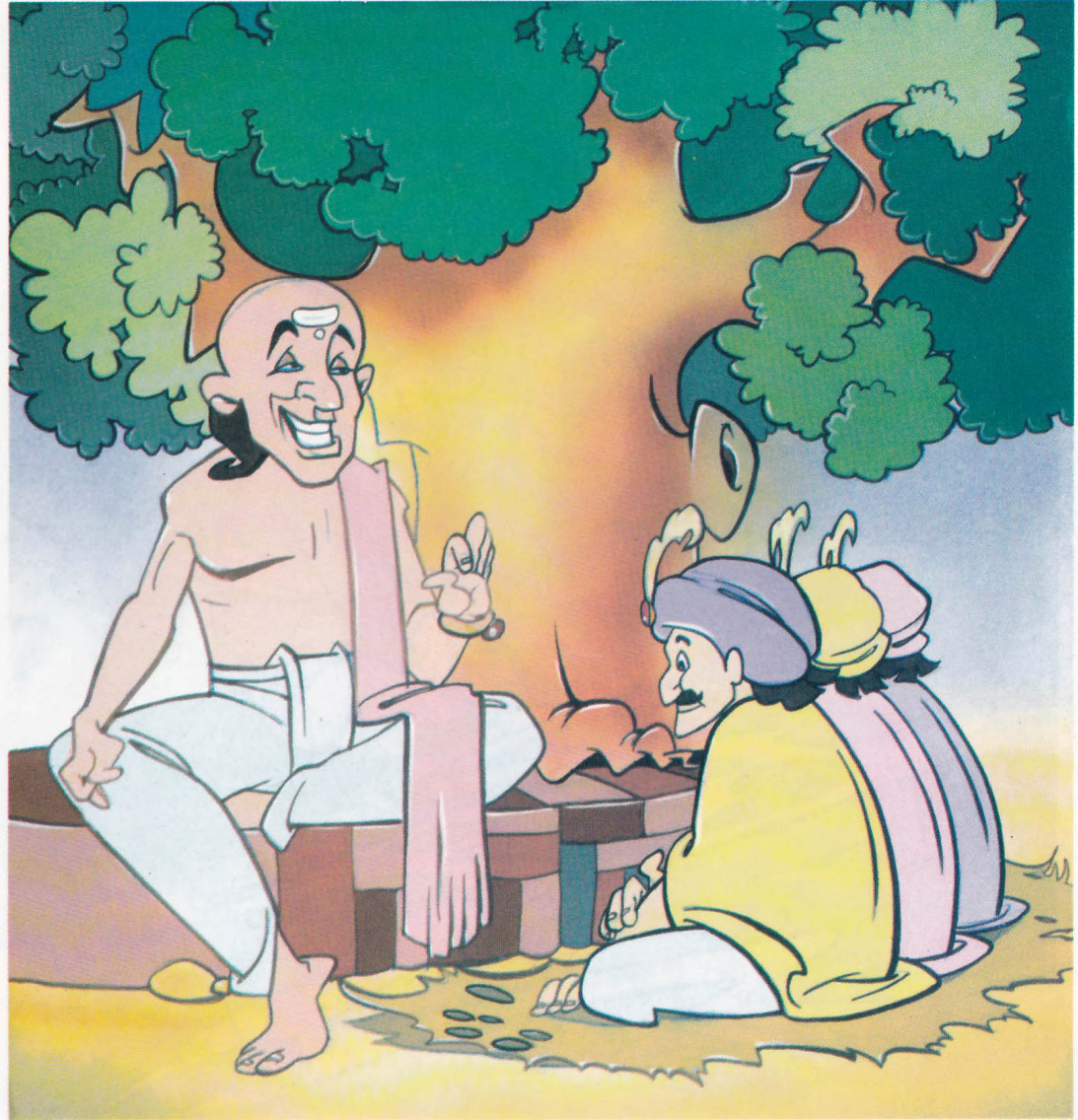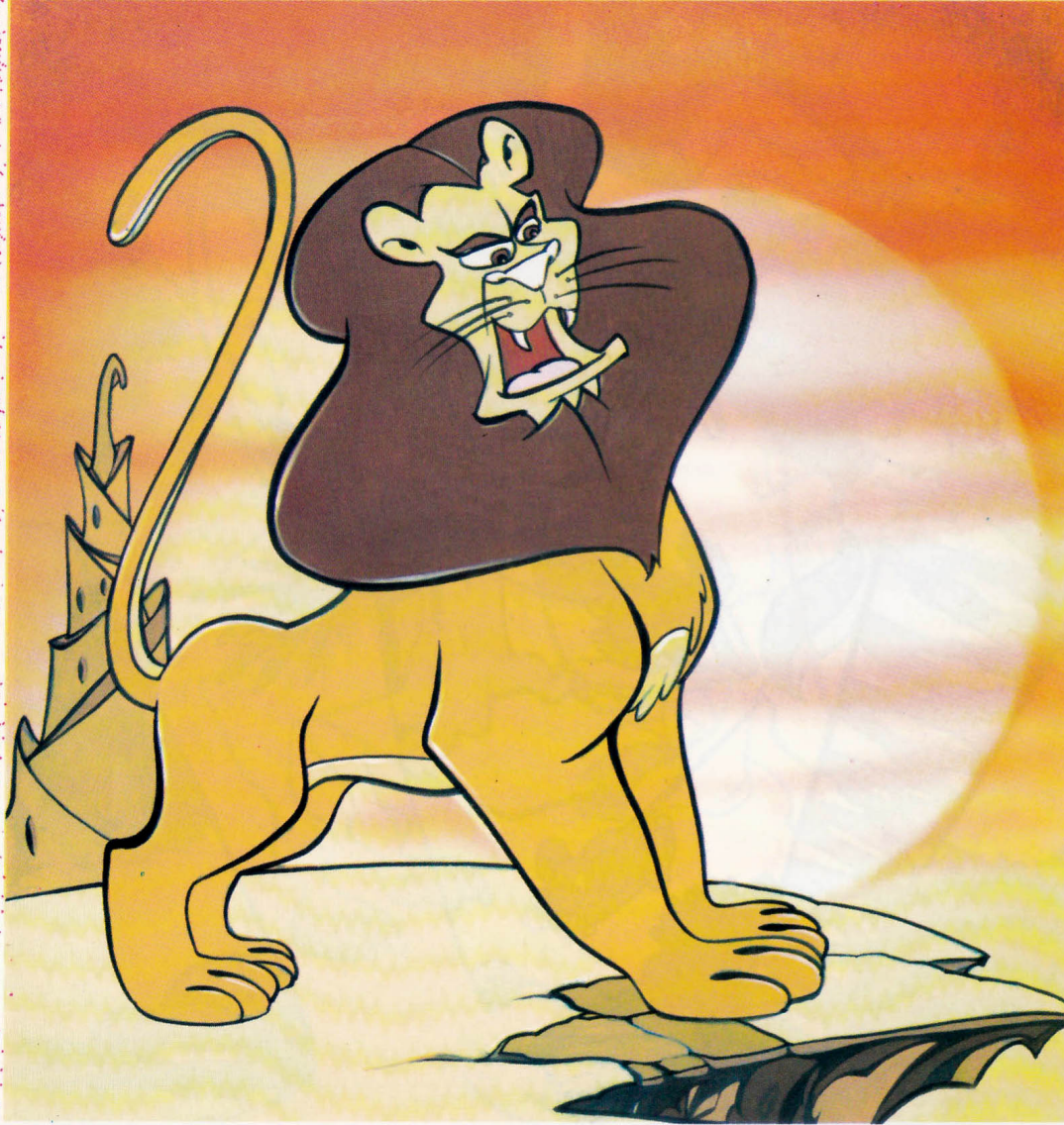
پہلی کہانی

بہُت ہی بڑے ایک جنگل میں اِک بار
بہُت ہی بڑا ایک ہی شیر تھا
بہُت ہی بڑی اس کی مُونچھیں بھی تھیں
بہُت ہی بڑی پُونچھ اُس شیر کی۔

کبھی پُونچھ اُوپر اُٹھاتا تھا جب
تو پنچھی بھی پیڑوں پہ ڈر جاتے تھے

نِکلتا تھا جب غار سے اور
غُرّاتا تھا
تو جنگل میں سب ڈر کے چھُپ جاتے تھے
بہُت سہمے سہمے سے رہتے تھے سب۔

کبھی کوئی گیدڑ ، کبھی لومڑی
کبھی نیل گائے ، کبھی کوئی سُور
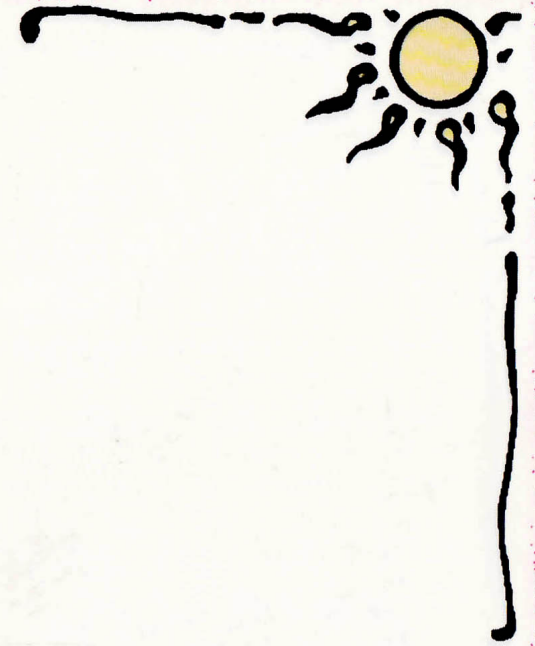
کبھی ایک دو ،
کبھی تین تین
جہاں بھی مِلے جِس قدر بھی شکار
وہ جنگل کا راجا تھا
کھا جاتا تھا
کوئی بھی امن سے نہ جی پاتا تھا
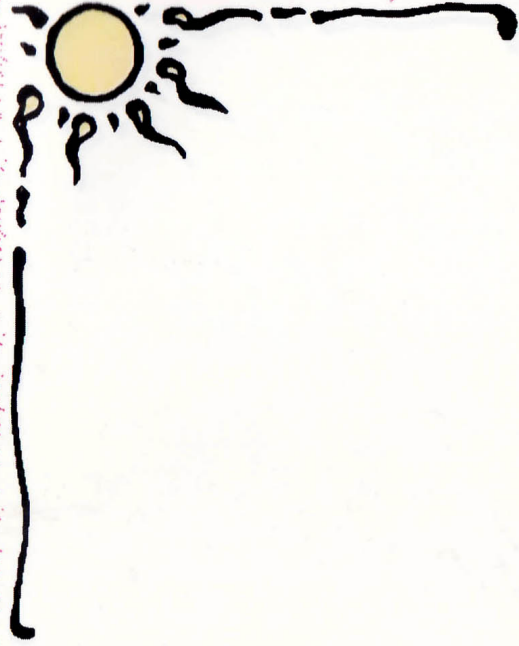
بہُت سوچ کر سب کے سب اِیک دِن
سبھا میں مِلے اور کِیے فیصلے

"اگر شیر باہر نہ آیا کرے
تو ہر روز پرچی نِکالا کریں
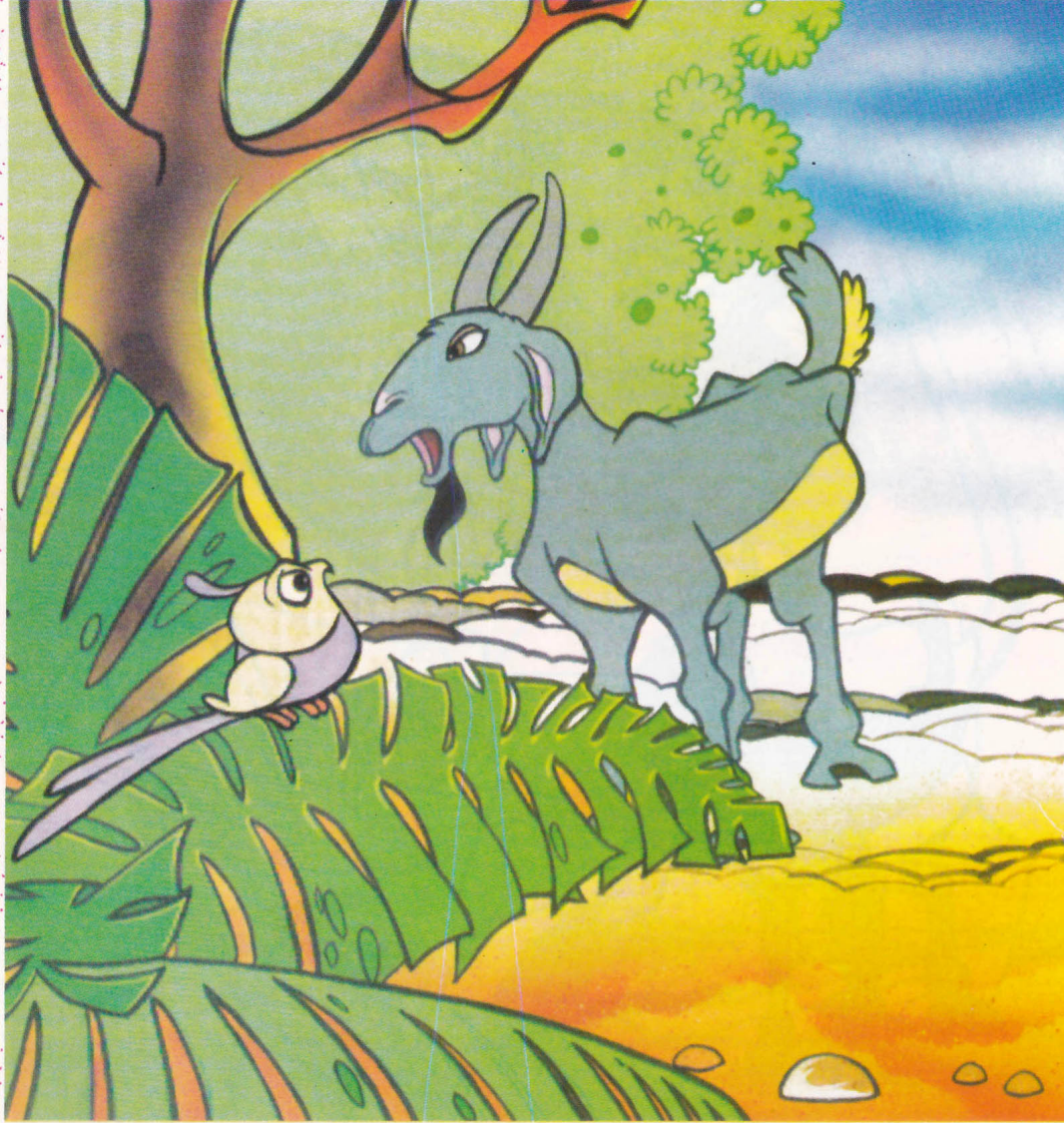
کہ ہر روز بس ایک ہی جانور
خُود ہی شیر کے غار میں بھیج کر
چین سے جی سکیں"!

"مگر شیر جی سے یہ کیسے کہیں ؟"
سبھا کے سبھی سوچ میں پڑگئے۔
بہُت دیر بعد......
بڑے پیر بکرے جی بولے کہ 'میں'

"میری عمر تو یوُں ہی باقی ہے کم
مُجھے کھائے جاتا ہے بچوں کا غم
اگر شیر نے کھا لیا بھی تو کِیا ؟"

سُنایا بڑے پیر نے جاکے جنگل کا یہ
فیصلہ
شیر جی سُن کے پہلے تو چونکے ذرا
مگر غور سے سوچا جب معاملہ
تو سمجھے ، چلو اپنی محنت بچی
یہ جنگل بھی اپنا ہے ، راجا بھی ہم
ہمیں ہی تو ہوگا نہ پرجا کا غم۔
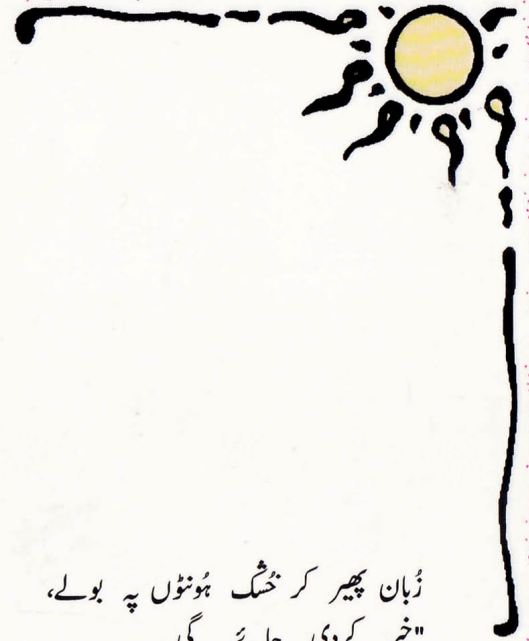
زُبان پھیر کر خُشک ہُونٹوں پہ بولے،
"خبر کردی جائے گی
جنتا کو کل
ہمیں اپنی جنتا کا یہ فیصلہ
دل سے منظُور ہے
مگر آج کے دن
ہلوم - ہلوم .....

آج تو آپ ہی میری خُوراک ہو۔"
کہا اور بس کھا گیا
بُوڑھے بکرے کو شیر۔

دِن گُزرتے گئے
لوگ گھٹتے گئے
مہینے گئے
یوُنہی روز خُوراک جاتی رہی شیر کے
غار تک
کہ اِک دِن

نِکل آئی باری جو خرگوش کی
وہ گھبرا گیا۔
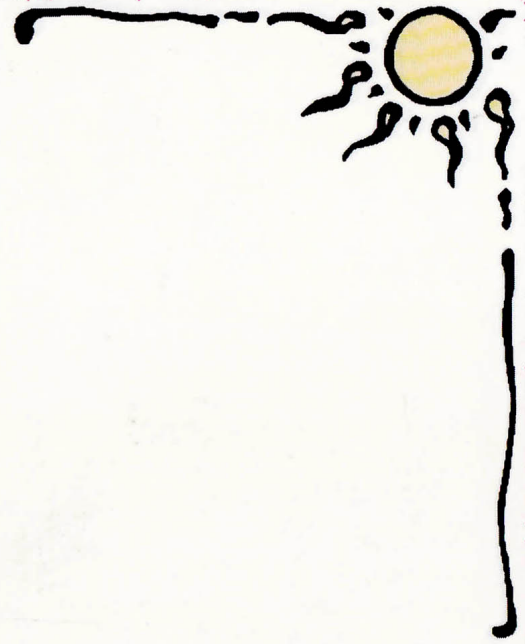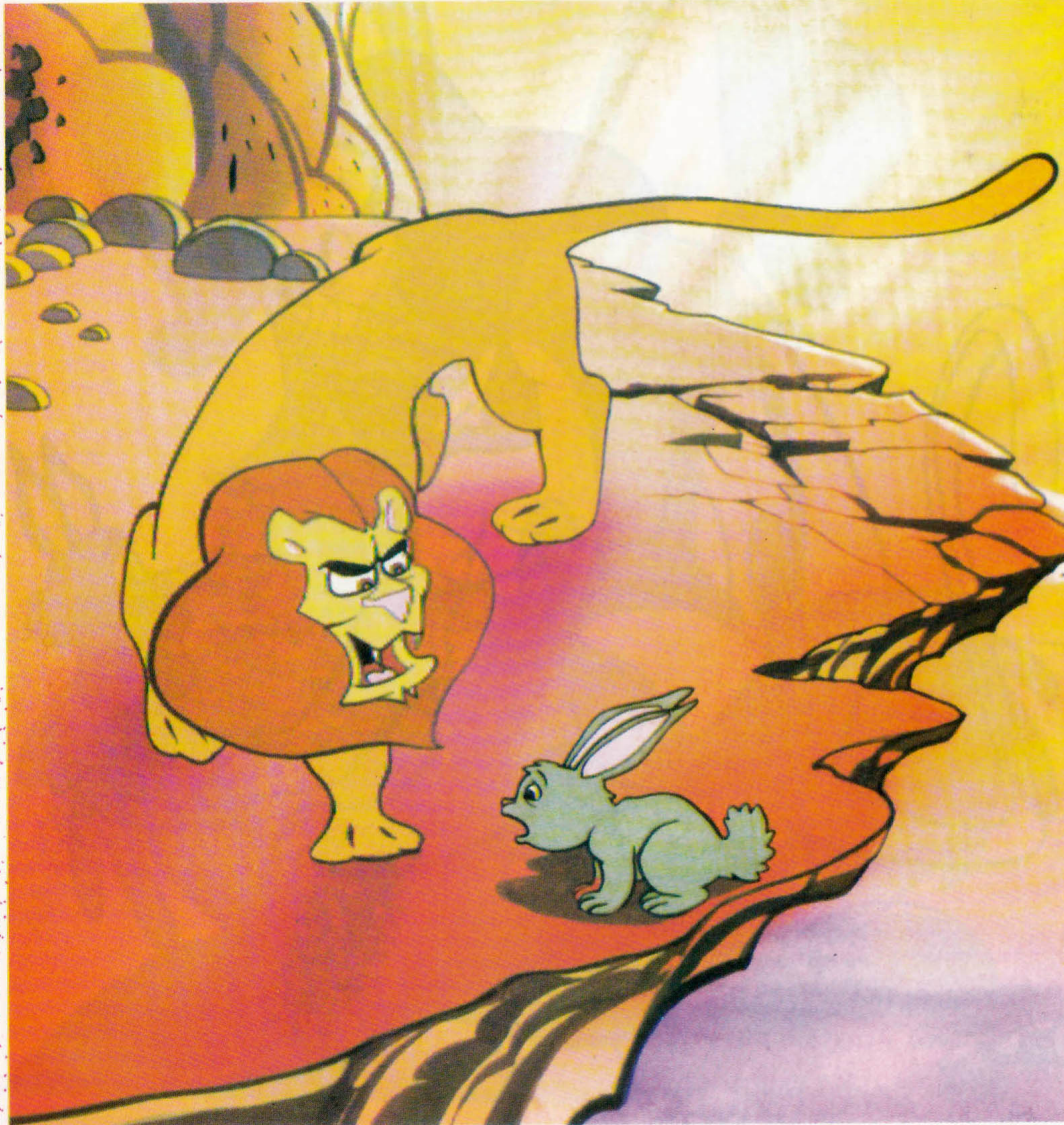
چلا دھیمے دھیمے سے کچھوے کی چال
پہنچتے پہنچتے اُسے غار تک شام ہونے لگی۔

اُسے دیکھ کر شیر بھنّا گیا ___
چھٹنکی برابر یہ خُوراک بھیجی
ہے جنگل نے
اور اس قدر دیر سے!

کو ذات کی خرگوش گا مِٹادوں

میں جنگل کا جنگل ہی کھا جاؤں گا۔!"

سُنا اور خرگوش رونے

لگا

گِڑگِڑانے لگا :
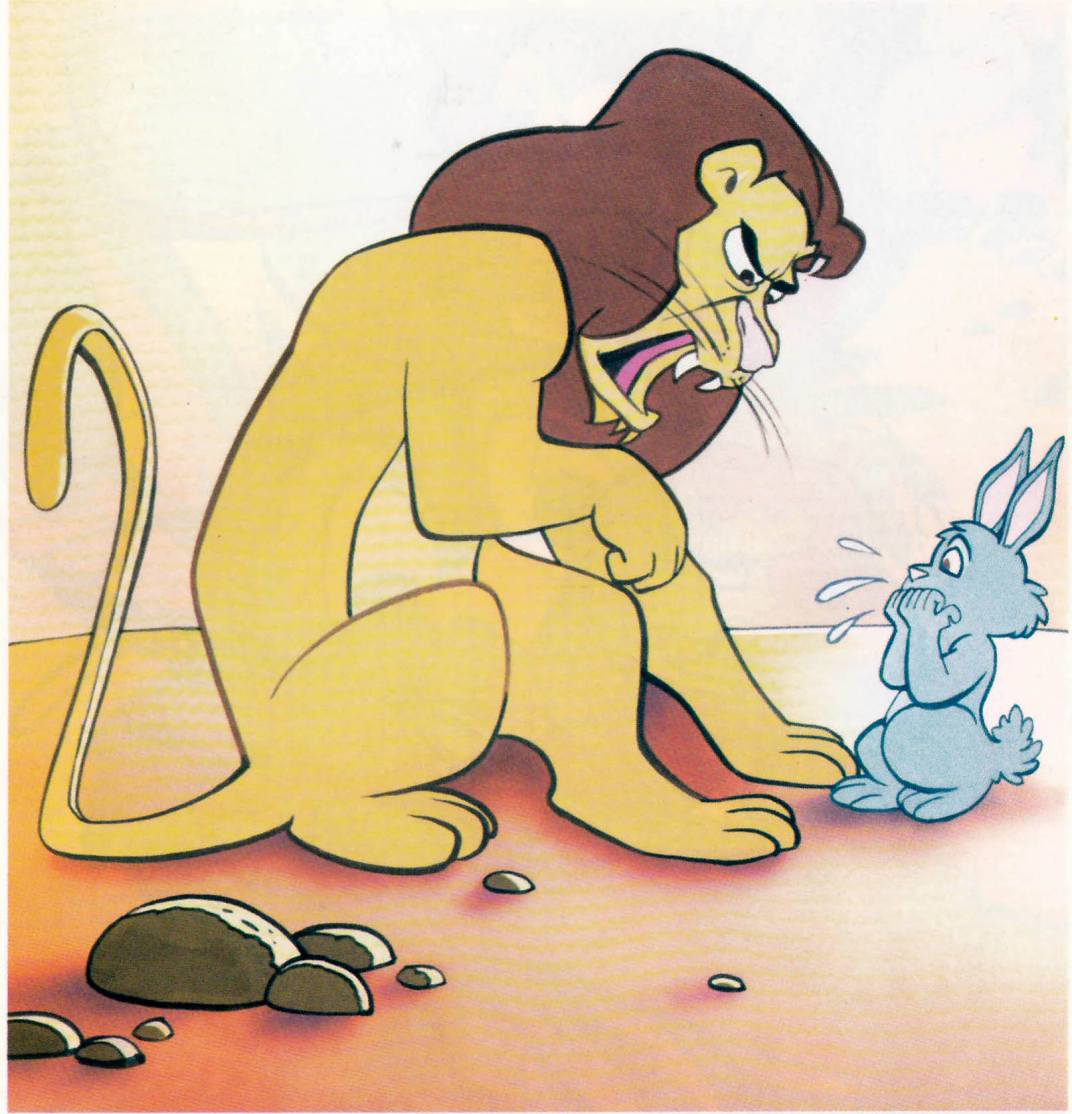
'حُضور، اِس میں میری نہیں ہے خطا
نہ جنگل سبھا کا کوئی دوش ہے
کہ جنگل نے تو سات خرگوش بھیجے
مگر....'

'مگر کِیا ؟'

'م ... مگر سر ...'

"مگر کِیا؟ یوں ہکلا رہے ہو، بتاؤ مُجھے؟

'م ... مگر ... مگر سر ...!'
'کہاں ہیں تمھارے چھ غدار ساتھی؟'
وہ خرگوش پھر سے سِسکنے لگا۔
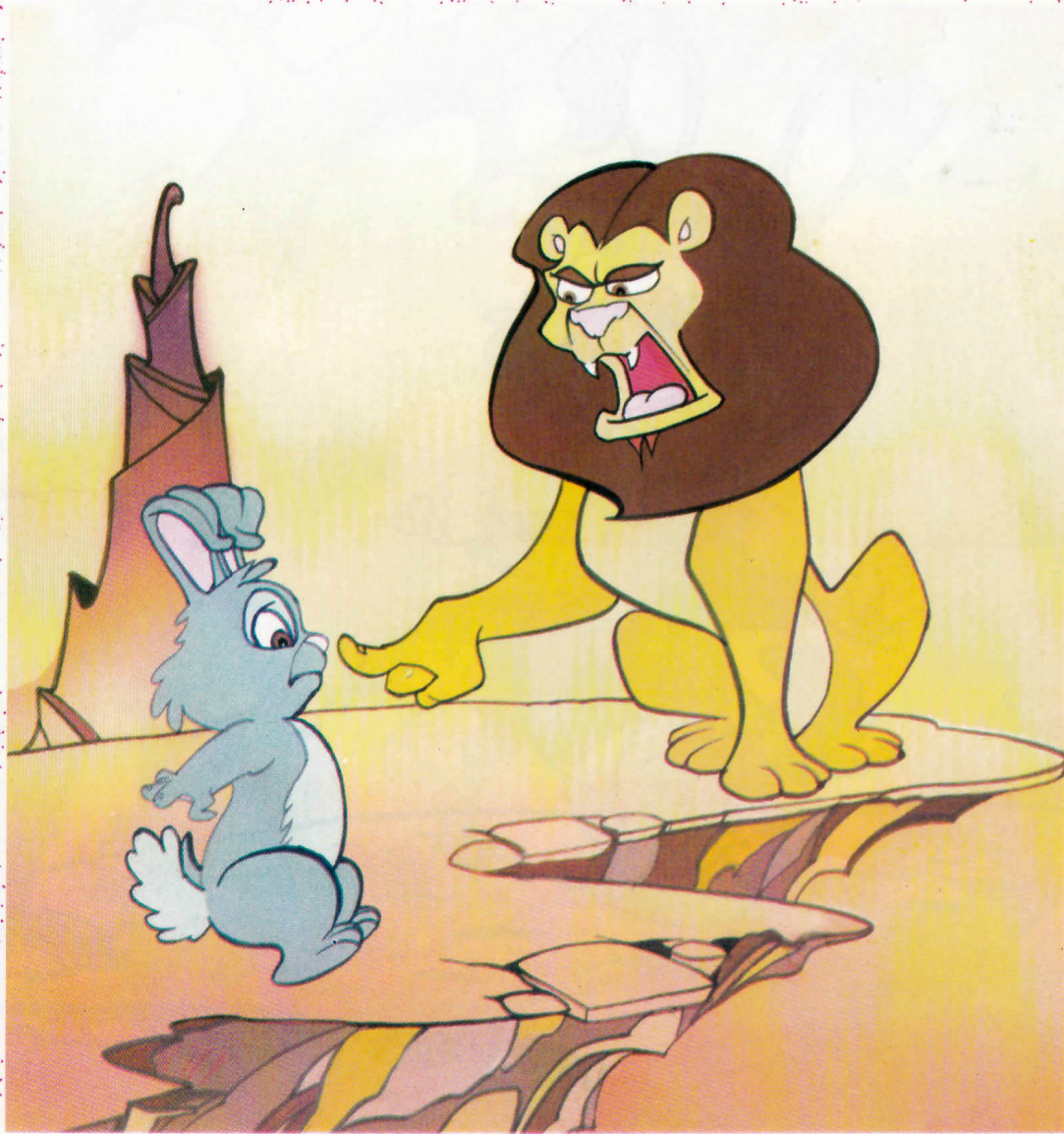
‘ہمیں راستے میں .... حُضور، ایک
ظالم نے روکا تھا۔
اور ... بہُت گالیاں آپ کو دیں،
کہا .... میں دوہراؤں کیسے وہ
سب کُچھ حُضور ... کہا ، جاؤ
کہہ دو ....
میرے ساتھیوں کو وہی کھا گیا۔‘

یہ سُنتا تھا کہ شیر غُرّایا، مؤنچھوں میں بَل آگئے
اکڑنے لگی اُس کی ہنٹر سی پُونچھ
اور آنکھوں میں بس خُون اُترنے لگا :
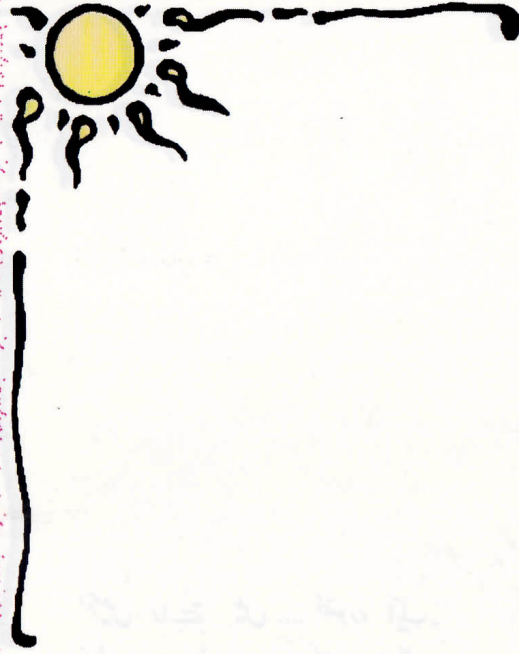
'کہاں ہے ، کِدھر ہے ، بتا کون ہے؟
مِرے ہوتے کِس کا ہُوا حوصلہ،
کہ میری رِعایا پہ کوئی ظُلم کر سکے؟'

'وہ ہے آپ کی ذات کا سر ... مگر ...
میں .... م... میں... میں... وہ کہتا تھا سر...
ج ..... ج ...... جنگل کا راجا ..... اصل
میں ... . وہ ... . وہ ہے۔'

لپک کے اُٹھا شیر ، بولا ، 'بتا ،
کہاں ہے بتا ؟ اُس کو کچّا
چبا جاؤں گا۔'

"وہ پیپل کی پوڑی کے پیچھے
جو کُنواں ہے نا
وہیں پہ چھُپا ہے وہ کائر ، حُضور!'

پلک کے جھپکنے میں پہنچے کنویں پہ
خرگوش اور شیر
کھڑے ہوکے کُنوئیں پہ اُس شیر نے
جو پانی میں دیکھا تو ہاں ___ شیر تھا۔

وہ پانی میں اُس کی ہی پرچھائیں تھی
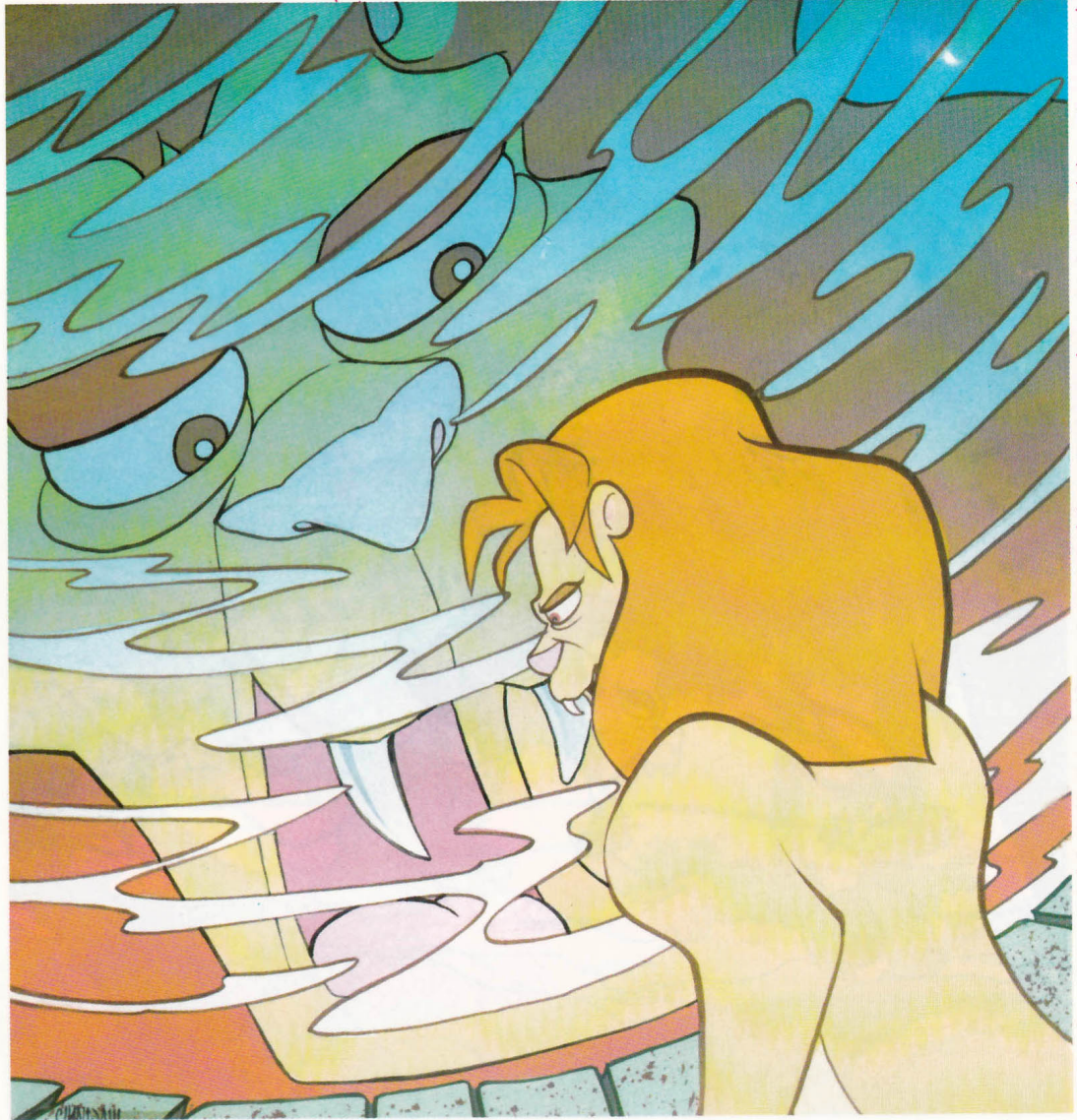
مگر شیر سمجھا
وہی دُوسرا شیر ہے۔
دِکھائے جو اِس نے بھیانک سے دانت
تو اُس نے بھی دِکھلائے ویسے ہی دانت

یہ غُرّایا، غُرّائی پرچھائیں بھی
پلٹ کے کنویں سے جو آواز لوٹی

وہ سمجھا ___ وہ آیا ___
یہ کُودا ___ چھپاک سے پانی میں اور
ڈُوب کے مرگیا۔

خُوشی سے جو اُچھلا ہے خرگوش تو
ابھی تک اُچھل کرہی
چلتا ہے وہ۔